کیا جائے۔ تو سوائے دوسری بات پر عمل کرنے کے کوئی چارہ نہیں ہم ان لوگوں سے صلح کرتے ہوئے ان آیات قرآنی کو کہاں چھپاویں:—
الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین۔ ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔ یا ایھا الذین آمنوا لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المؤمنین۔ اتریدون ان تجعلوا للہ علیکم سلطانا مبینا۔ ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ اور خصوصیت سے آخری آیت میں تو ہم اسی گروہ کا ذکر پاتے ہیں۔ جو مدعی ہیں۔ کہ مرزا صاحب کو مسلمان متقی اور راستباز مانتے ہیں۔ لیکن نبی نہیں مانتے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ نجات ایمان باللہ پر ہے نہ ایمان بالرسل پر۔ اور جن کا خیال ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم کے انکار کی وجہ سے تو عذاب ہو گا بھی۔ لیکن مرزا صاحب کے نہ ماننے کا کوئی حرج نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں اور سچے کافر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور عذاب کے مستحق ہیں۔ اور حضرت صاحب بھی فرماتے ہیں کہ من فرق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رای اور فرمایا فامن ولا تکن من الکافرین اور پھر فرمایا ہے کہ من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ۔ پس باوجود ان صریح نصوص کے ہم کیونکر انکار کر دیں اور کہہ دیں۔ کہ تمام رسولوں کا ماننا ضروری نہیں۔ اور یہ کہ مسیح موعود کا ماننا مدار نجات میں شامل نہیں اگر ہم ایسا کہیں تو ہم بھی اسی گروہ میں شامل ہو جاوینگے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اولئک ھم الکافرون حقا واعتدنا للکافرین عذابا مھینا۔ اور جن کی نسبت فرماتا ہے۔ او کذب بآیاتہ فنعوذ باللہ من ذالک الکذب والبھتان ونعوذ بفضلہ من ھمزات الشیطان اگر ہم ایسا کریں۔ تو گویا عبد الحکیم مرتد کی پیشگوئی کو پورا کریں۔ اور شیطان کے موید بن جاویں۔ کیونکہ اس کی مخالفت بھی اسی بات پر ہوئی تھی۔ اور وہ جماعت سے اسی لئے خارج کیا گیا تھا کہ اس کا دعویٰ تھا کہ سوائے ان چند مکفرین کے جنہوں نے مخالفت میں زور مارا ہے اور سب لوگ ناجی ہونے چاہئیے۔ اور کفر کا فتویٰ ان پر نہیں دینا چاہئیے۔ پس ہمارا بھی ایسے ہی اعتقاد رکھنا گویا عبد الحکیم کی پیروی کرنا ہے اور حضرت مسیح موعود کا انکار کرنا ہے۔ اور عبد الحکیم کی شیطانی پیشگوئیوں کو پورا کرنا ہے کہ عنقریب مرزائی مرزا صاحب پر ایمان کو غیر ضروری قرار دیکر باقی تمام فرقوں کو بھی مسلمان قرار دیں گے اور اعمال پر مدار نجات جانیں گے اور ایمان بالرسل کو علیحدہ کر دیں گے۔ پس ان باتوں کا ماننا ہمارے لئے موت ہے۔ اور سلسلہ کی تکذیب۔

خدا کے فضل سے اسی پر امید کرتے ہوئے اور اسی کو اپنا سہارا قرار دیتے ہوئے اور مسیح ناصری کی جماعت کے تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے شرح صدر کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں۔ کہ ہم نے خدا کے مامور کو قبول کیا ہے اور اس کے ہر ایک حکم کو مدار نجات یقین کرتے ہیں۔ اس لئے بلا کسی تامل کے کہتے ہیں کہ
انا برآء منکم ومما تعبدون من دون اللہ

ایوان خلافت

حضرت خلیفۃ المسیح مدظلہ العالی کی طبیعت خدا تعالیٰ کے فضل سے روبصحت ہے۔ ہفتہ زیر اشاعت میں نصیب اعدا ایک روز بخار کی اور شبانہ روز اسہال کی شکایت پیدا ہو گئی۔ مگر اس وقت کہ میں یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ آپ کی طبیعت اچھی ہے (۹ مئی بوقت ۱۱ بجے صبح) شب گذشتہ کو کوئی حاجت اسہال کی نہیں ہوئی ✦ بعض گذشتہ ایام کی ڈائری خاکسار ایڈیٹر الحکم کے بڑے بچے محمود احمد سلمہ اللہ الاحد نے لکھی ہے محمود احمد کی طبیعت خدا کے فضل سے رسا واقع ہوئی ہے۔ مگر میں چونکہ اس کی تعلیم کی تکمیل چاہتا ہوں اس لئے اس طرف متوجہ ہونے نہیں دیتا اور جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ میں نے اپنے بچوں کی زندگی اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے وقف کر رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول کرے اور انہیں اسلام کا عملی خادم بناوے (آمین) غرض محمود احمد نے میری غیر حاضری میں حضرت کی ڈائری کی چند باتیں نوٹ کی ہیں۔ اور میں انہیں بغیر کسی قسم کے تغیر و تبدل کے درج کر دیتا ہوں۔ ناظرین اپنے اس نو عمر خادم کے لئے دعا فرماویں۔

(۳ مئی ۱۹۱۱ء) شیخ عبد الرحمٰن نو مسلم سابق کتھا سنگھ بیمار تھا شیخ غلام احمد صاحب واعظ کو فرمایا۔ کہ جاؤ اور عبد الرحمٰن کی خبر لاؤ۔ سُنا گیا ہے کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ اللہ اللہ کیا قوم غنیمت نہیں سمجھتی اور شکر کے سجدے بجا نہیں لاتی حضرت کے بعد خدا نے انہیں ایسا درد دل کا شخص عنایت فرمایا۔
۶ مئی کو شام کو بعد نماز مغرب بندہ پھر حاضر ہوا ایک کو فرمایا کہ عبد الرحمٰن کاغانی کو کہو کہ غلام دین ایک شخص ہے۔ اس کا لڑکا بیمار ہو گیا مہربانی کر کے اس کو دیکھو۔ اس کو تپ ہے۔ پھر جو تڑپ آپ کے اندر تھی۔ اس وقت دیکھنے والوں کو معلوم ہوتی تھی۔ پھر حکم دیا کھانے کے واسطے کھانا حاضر کیا گیا۔ اُدھر سے شیخ غلام احمد واعظ تشریف لائے عورتوں کو وعظ کیواسطے انہوں نے وعظ کو شروع کیا۔ فرمایا کہ شیخ صاحب کو کہو۔ کہ جھوٹ چغلی۔ طمع اور ایک اور فرمایا۔ جو میں بھول گیا۔ کہ یہ عورتوں میں بہت ہے اس کے بارے میں کچھ کہو۔ کھانے سے پہلے قاضی امیر حسین صاحب بھی تشریف رکھتے تھے۔ فرمایا کہ قاضی صاحب! آپ نے کبھی کسی حدیث میں نبی کریم صلعم کی گرم پانی کے لئے فرمائش کرنا پڑھا ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے کہیں نہیں پڑھا کہ آپ نے کھانے کے لئے یا پینے کے لئے یا نہانے کے لئے کہا ہو۔ کہ یہ ہمارے لئے تیار کرو۔ پھر کدو کا ذکر ہوا بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ نبی کریم کو کدو سے محبت تھی۔ آپ نے گوشت نہیں کھایا۔ فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ نبی کریم کی دعوت کی گئی جس میں کچا گوشت تھا۔ آپ نے وہ چھوڑ دیا۔ پھر شیخ اسمٰعیل صاحب نے پوچھا کہ حضرت ہماری طرف کہتے ہیں کہ اس کو کند سے سے اور پڑھا کر لایا کرو۔ کیونکہ نبی کریم کو اس سے محبت ہے تو آپ نے پھر اپنے پہلے جواب کو دہرایا پھر کھانا کھا کے فرمایا کہ عشاء کو ضائع مت کرو۔ جاؤ مجھ پر بوجھ مت ڈالو پھر نہ کہنا کہ تمہارے پاس بیٹھے ہوئے وقت چلا گیا تھا کہا گیا۔ کہ اذان نہیں ہوئی۔ کہا پہلے جانا سُنت ہے۔ اس کو پورا کرو۔ پھر جلسہ برخاست ہوا۔ ۷ مئی کو آپ نے نئی گیہوں کی روٹی کھائی اس سے آپ کو شام تک دس دست آئے۔ ۴ مئی کو بخار حضرت صاحب کو شدت ہو گیا تھا۔ رات تک اس کی تکلیف رہی۔ پھر ۵ مئی کو بھی

حضور کو بخار رہا۔ ۹ بجے کے قریب مولوی حکیم محمد سعید صاحب کلکتوی مع خانصاحب اکبر شاہ خان صاحب حاضر ہوئے۔ پھر اور اور چند دوست آ گئے۔ نہایت کمزوری تھی بات کرنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔ بعض خدام نے مزاج کا حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ میں اپنے آپ میں ہمیشہ خوش رہتا ہوں۔ بخار ہو۔ قے ہو۔ زخم ہو۔ درد ہو۔ کوئی حالت ہو میں اپنے خدا تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے اوپر فضل کی بارش کرنے والا پاتا ہوں۔ میرا دل میں بڑی خوشی اور بڑا سرور ہر حالت میں رہتا ہے۔ پہلے میں بیس روپے ماہوار کا ملازم ہوا۔ پھر ڈیڑھ سو روپے ماہوار کا ملازم ہوا۔ بعد ایک سو ساٹھ کا اور اس کے بعد نو سو کا۔ پھر سات سو کا ملازم ہوا۔ ہر حالت میں یہی ایک سا لباس رکھا ہے۔ جو اب ہے ایسی ہی روٹی کھاتا رہا ہوں جیسی اب ✦
اسی حالت میں اکبر شاہ خانصاحب نے موقع پا کر عرض کیا۔ کہ حضور آج بابو عبد الحی نے تقویٰ پر لیکچر دیا۔ اور بہت اچھا لیکچر دیا۔ یہ سُنکر بکمال بشاشت کے آثار نمایاں ہوئے سیاتو لیٹے ہوئے تھے۔ فوراً بیٹھ گئے اور شکر کا سجدہ کیا اور سجدہ میں دیر تک دعائیں کرتے رہے اور کئی گھنٹے تک مختلف قسم کی باتیں کرتے رہے۔ خود ہی فرمایا کہ مجھکو اسقدر ضعف ہے کہ میں بیٹھ نہیں سکتا۔ لیکن اکبر شاہ خان نے مجھ کو ایسی بات سُنائی۔ کہ میں خوشی کے سبب بیٹھا ہوں۔ اکبر شاہ خان صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اردو زبان میں یہ خوبی ہے۔ کہ فارسی عربی الفاظ بکثرت اس زبان میں ہی استعمال ہوتے ہیں۔ وہ یاد ہو جاتے ہیں اور ان کا صحیح تلفظ آ جاتا ہے۔ ورنہ ایک مولوی صاحب جو خوب عربی کتابیں پڑھے ہوئے ہیں عربی پڑھتے ہیں اور بہت ہی غلط الفاظ اُن کی زبان سے نکلتے ہیں۔ اکبر شاہ خان صاحب سے فرمایا کہ تم عبد الحی کو اردو بولنا سکھاؤ۔ اور اُس کے تلفظ کو ٹھیک کراؤ۔ اردو کا تلفظ صحیح تو بڑی نعمت ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم اردو گرامر کو بالکل بیہودہ کام سمجھتے ہیں۔ یہ جو بچوں کو اردو قواعد پڑھاتے ہیں سخت بیہودگی اور غلطی کرتے ہیں۔ اردو تو بولنے سے آتی ہے۔ اردو بولنے یا لکھنے میں کبھی بھی اردو گرامر کی ضرورت نہیں پڑتی اکبر شاہ خان صاحب کو فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ تم نے اردو کی گرامر سے بولنے میں مدد لی ہے۔ خانصاحب نے کہا کہ نہیں پھر فرمایا کہ آپ عبد الحی کی اردو کا خیال رکھیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور ماسٹر صدر الدین صاحب انگریزی کا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

ناظرین الحکم چودھری غلام احمد صاحب بی اے انسپکٹر ڈاکخانجات لورالائی کے نام سے خوب واقف ہیں چودھری صاحب سلسلہ کے ایک نہایت مخلص اور سرگرم فدائی ہیں جہاں وہ اپنے فرض منصبی کو نہایت دیانتداری اور مستعدی سے ادا کرنے میں مشہور ہیں اور ان کے آفیسر ہمیشہ ان سے خوش رہتے ہیں وہاں وہ اپنی نیکی طہارت اور خدا تعالیٰ سے سچے تعلق کے ایک درخشندہ نمونے ہیں اشاعت سلسلہ کے لئے ایک پُر جوش اور دردمند دل پہلو میں رکھتے ہیں۔ ۴ مئی ۱۹۱۱ء کو چودھری صاحب کی مونس و غمگسار بیوی مردہ بچہ پیدا ہونے کی وجہ سے فوت ہو گئی۔ مرحومہ چودھری صاحب کے نیک ارادوں اور دینی خدمات میں ان کی حوصلہ افزا محرک ہوتی تھی۔ یہ صدمہ چودھری صاحب کے لئے بڑا صدمہ ہے مگر خدا کے فضل سے بڑے صدمات کے برداشت کرنے اور رضا بالقضا پر بھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سکھ صاحبان کا چیلنج اور ڈبل چیلنج منظور

ہر خاص و عام کو واضح ہے کہ آج سے سولہ سال پہلے ہمارے مرشد و آقا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ نے نہائت تحقیق کے بعد اپنی کتاب ست بچن میں یہ امر شائع کیا کہ حضرت باوا نانک صاحب علیہ الرحمۃ ایک راستباز مسلمان اور خدا کے ولی تھے۔ اس تصنیف کے بعد بھی حضرت مرزا صاحب نے مختلف کتب میں اس مضمون پر کچھ نہ کچھ ارقام فرماتے رہے۔ عرصہ تین سال کا ہوا ہے کہ ہمارے سکھ نو مسلم دوست شیخ عبدالرحمٰن صاحب (مہر سنگھ نو مسلم) نے ایک کتاب بابا **وانانک صاحب کا چولہ** لکھی۔ یہ کتاب بھی تین سال سے شائع ہے۔ اس کتاب کی بناء پر سکھ صاحبان کی طرف سے دو چیلنج ایک لاہور اور دوسرا امرتسر سے شائع ہوئے ہیں۔ یہ معاملہ چونکہ نہائت اہم ہے اور اس کی اصل غرض احقاق حق ہے۔ اور چونکہ اس چیلنج کا جواب دہ نہ صرف کوئی خاص احمدی فرد ہے۔ بلکہ کل احمدی جماعت ہے جن کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت باوا صاحب مسلمان تھے۔ اس لئے اس چیلنج کی مخاطب کل جماعت احمدیہ ہم سمجھتے ہیں ہم سکھ صاحبان کی خدمت میں بذریعہ اشتہار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ ہم آپ کا چیلنج تو قبول کرتے ہیں۔ لیکن ہم اس امر کے متعلق تحقیق یا مباحثہ ایسی صورت میں کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے کوئی مفید نتیجہ بھی پیدا ہو۔ اور امن عامہ میں بھی خلل نہ آوے۔ اور معاملہ بھی خوش اسلوبی سے طے ہو جاوے۔ سکھ صاحبان جس شہر میں مباحثہ کرنا چاہیں وہاں کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب کی اجازت اس معاملہ میں حاصل کریں۔ اور اس کے بعد ہم سے مباحثہ کی شرائط طے کرلیں شرائط بالتفصیل تو بروقت طے ہو جاویں گی۔ لیکن ذیل کی شرائط کا ہونا ضروری ہوگا۔ مباحثہ کسی خاص مکان کے اندر ہوگا۔ جس میں فریقین کی طرف سے خاص تعداد کے آدمی شریک ہوں گے۔ اس مکان میں حفظ امن قائم رکھنے کا کافی انتظام ہوگا۔ اور اس کا ذمہ وار سکھ صاحبان میں سے کوئی ایسا شخص ہوگا۔ جس کو ہم یا پبلک ذمہ وار سمجھ سکیں۔ یہ ذمہ سکھ صاحبان نے اپنے چیلنج میں خود لے لیا ہے۔ مباحثہ تحریری ہوگا۔ خاص وقت فریقین کو دیا جاویگا۔ فریقین کی طرف سے ایک ایک مباحثہ کرنے والا ہوگا۔ اور اس کے سوا کسی اور کو بولنے کا حق نہ ہوگا۔

اگر اس اصول پر سکھ صاحبان کوئی مباحثہ کرنا چاہیں تو ہم تیار ہیں اور ہم ان کا چیلنج قبول کرتے ہیں۔ اُن کے جواب پر ہماری طرف سے چند اصحاب امرتسر میں شرائط طے کرنے کے لئے آسکتے ہیں۔ جواب میں یہ بھی ہونا چاہیئے۔ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی اجازت حاصل کر لی گئی ہے۔

ست سنگھ سبھا امرتسر کے لئے لازمی ہوگا کہ یہ اہم مباحثہ جس کا تعلق تمام سکھ قوم کے افراد کے ساتھ ہے چیف **خالصہ دیوان** امرتسر کو بھی اس میں شامل کریں۔ اور ان کی طرف سے یہ اعلان شائع کرادیں کہ فتح و شکست کی حالت میں وہ ان کے شریک اور حصہ دار ٹھہریں گے۔

المشتہر

محمد علی سکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان

مورخہ ۶ر مئی ۱۹۱۶ء

بقایا دار بقایا ادا کرنے کی طرف توجہ کریں اور ہر قسم کی خط و کتابت میں نمبر خریداری ضرور لکھیں۔ منیجر

انجمن احمدیہ بٹالہ کا سالانہ جلسہ

۶ و ۷ر مئی ۱۹۱۶ء کو بٹالہ کی انجمن احمدیہ نے پہلا سالانہ جلسہ منایا انجمنوں کے سالانہ جلسوں کے متعلق میری رائے ابھی تک یہ ہے کہ ان جلسوں کے بجائے اگر مستقل واعظین ضلعوار مقرر ہوں۔ تو وہ زیادہ مفید اور مستقل تبلیغ کا پہلو ہو سکتا ہے۔ اور اس قسم کے جلسوں کے لئے صدر انجمن کی طرف سے سال کے مختلف حصوں میں لیکچروں کا ایک سلسلہ جاری کیا جاوے۔ بہرحال یہ ایک الگ غور طلب مضمون ہے پنجاب کی احمدی انجمنوں میں سے **بٹالہ** کی انجمن دوسری یا تیسری انجمن ہے جس نے اپنا سالانہ جلسہ منایا ہے۔ اور بٹالہ میں یہ مسلمانوں کا پہلا مذہبی جلسہ تھا۔

یہ امر ناظرین الحکم سے مخفی نہیں۔ کہ بٹالہ ہی وہ جگہ ہے جہاں سے حضرت **مسیح موعود** علیہ السلام کی تائید میں (زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں) سب سے پہلی آواز اٹھی اور مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب ایڈیٹر اشاعت السنہ بٹالہ نے اپنے رسالہ میں ایک زبردست ریویو براہین احمدیہ کا لکھا اور ان لوگوں کو سخت ڈانٹا اور دبایا۔ جنہوں نے اس نعمت الٰہیہ کی ناشکری کی تھی پھر بٹالہ ہی کی وہ سرزمین ہے۔ جہاں سے مسیح موعودؑ کے دعویٰ پر سب سے اوّل مخالفت کی آواز اٹھی اور اس آواز میں کچھ ایسی **تحدی** اور تعلّی تھی کہ سننے والوں کو یک بیک حیرت ہوتی تھی۔ یہ آواز اسی مولوی محمد حسین بٹالوی کی تھی اس نے بڑے زور شور اور دم خم سے دعویٰ کیا کہ

ہم نے اس کو اونچا کیا اور ہم ہی گرائیں گے

اس آواز کے ساتھ دوسری طرف سے یہ بانگ **الٰہی** تھی کہ

انی مھین من اراد اھانتک

یعنے جو تیری **توہین** کا ارادہ کرتا ہے۔ میں اُس کی توہین کروں گا یہ دونوں دعویٰ دو شخصوں کے منہ سے نکل کر **فضائے عالم** میں گونجے اور واقعات نے دکھا دیا کہ بٹالوی کا دعویٰ محض لاف و گزاف تھا اور وہ اسی پر الٹ پڑا اور حضرت مسیح موعودؑ کا دعویٰ چونکہ **ربانی ارشاد** کے نیچے تھا **اس لئے وہ پورا ہو کر رہا۔**

غرض بٹالوی کی اس دیرینہ مخالفت میں انجمن احمدیہ کا پہلا جلسہ ایک **مبارک قدم ترقی** کا تھا۔ اور اس کے لئے بٹالہ کے نوجوان شیخ عبدالرشید اور بابو محمد طفیل جیسے احباب خاص طور پر کریڈٹ اور شکریہ کے مستحق ہیں۔ میں نام بنام ان کی مساعی جمیلہ کا ذکر کرنا نہیں چاہتا۔ مجموعی طور پر یہ کہوں گا۔ کہ انجمن احمدیہ بٹالہ کی یہ مستعدی اور یہ ہمت نہائت قابل قدر ہے اور قابل رشک ہے۔ اس جلسہ کے اخراجات انجمن احمدیہ بٹالہ نے اپنی جیب سے برداشت کئے اور نہائت فراخ دلی اور فیاضی سے اپنے دوستوں کو دعوت دی جو ارد گرد کے دیہات سے قریباً دو اڑھائی سو کے جمع ہو گئے تھے۔ جلسہ کے میر مجلس حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب تھے اور ان کی صدارت میں تمام لیکچر ہوئے شیخ بٹالوی کے گھر میں انجمن احمدیہ کا جلسہ ہو اور وہ جلسہ میں نہ آسکے۔ یہ امر غالباً تمام اُن لوگوں کے لئے جو اس کی مخالفت سلسلہ کو دلچسپی سے دیکھتے آئے ہیں۔ تعجب کا باعث تھا۔ مگر بٹالوی چالاکی سے کام لینے میں اس نے کمی نہیں کی۔ بٹالوی نے ایک رقعہ لکھا کہ

خصوصیات سلسلہ

کا ذکر لیکچروں میں نہ ہو ورنہ لوگ اُٹھ جائیں گے اور تذہب ہوگا۔ حکم کا مضمون گویا صادق آئیگا مگر واقعات نے دکھا دیا کہ بٹالوی کی اس تحریر پر کوئی توجہ نہیں ہوئی اور پبلک بٹالہ نے نہائت شرافت اور متانت کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ذکر کو سنا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کی تبلیغ پر توجہ کی جس کے بہترین نتائج کی ہم خدا کے فضل سے اُمید کرتے ہیں۔

بٹالوی نے اپنے روزانہ پیسہ اخبار والے مضمون میں ذکر کیا تھا۔ کہ خواجہ صاحب نے نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نبی یا رسول ہونے سے انکار کیا ہے۔ مگر بٹالوی کے لئے **یہ خبر جان فرسا** ہوگی۔ کہ ان کے گھر بٹالہ ہی میں خواجہ صاحب نے اپنے لیکچر میں **صاف طور پر** بیان کیا۔ اور بٹالہ والوں کو خطاب کر کے کہا کہ

تمہارے ہمسایہ میں ایک نبی اور رسول آیا تم خواہ مانو یا نہ مانو

اس سے بڑھ کر اور کیا بٹالوی کی تردید ہوگی سیالکوٹ تو دور ہے۔ بٹالہ تو خاص ان کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ غرض جلسہ نہائت کامیاب اور پوری شوکت اور اثر کے ساتھ ختم ہوا۔

پہلے دن ایڈیٹر الحکم۔ ایڈیٹر نور اور مولوی روشن علی اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریریں ہوئیں اور دوسرے دن مولوی غلام رسول خواجہ صاحب اور مولوی صدر دین۔ ایڈیٹر نور اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریریں تھیں ان تقریروں کے متعلق مجھے کسی ریمارک کی حاجت نہیں ہے۔ میں اتنا کہتا ہوں کہ یہ خدا کے فضل سے خالی از اثر نہ ہوں گی۔ ایڈیٹر نور کی تقریریں سکھ ازم اور آریہ ازم پر خاص تقریریں تھیں۔ اور احباب نے ان کی دوسری تقریر (جو آریہ ازم کے متعلق تھی) کے چھاپ کر شائع کرنے کی استدعا کی۔ جو امید ہے۔ بہت جلد چھپ جاوے گی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی تقریر اول "حقیقی مذہب کونسا ہے" پر تھی اور جس قابلیت اور مؤثر طریق بیان سے اس مضمون کو ادا کیا وہ آپ ہی کا حق تھا اور حصہ تھا۔ دوسری تقریر آپ کی **ضرورت امام** پر تھی یہ مضمون ایسے مؤثر اور پُرجوش طریق سے پیش کیا گیا کہ بعض آنکھیں بے اختیار پُرنم تھیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا حاضرین ایک سکتہ کے عالم میں ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب کا مضمون سورہ جمعہ پر تھا اور انہوں نے ایسے لطیف حقائق پیش کئے۔ کہ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ پہلے نہیں سُنے تھے سلسلہ کا ذکر ایسی خوبی اور وضاحت سے انہوں نے کیا کہ بجز تسلیم چارہ نہ تھا مگر مجھے افسوس ہے کہ خواجہ صاحب کے لیکچر کے لئے انہیں اپنا پرچہ ختم کرنے کے لئے کہا گیا جو نہائت ہی نامناسب امر تھا اور اس طرح پر ان کے نہائت قابل قدر اور مؤثر مضمون کا گلا گھونٹ دیا گیا۔ جس کے ذمہ وار مولوی صدر دین صاحب ہیں خواجہ صاحب نے بھی اس کو پسند نہیں کیا۔ خواجہ صاحب کا لیکچر معمول کے موافق **وید اور قرآن** کے مقابلہ پر بہ حیثیت سابقہ نبوی ترقی تھی جس کا اظہار خواجہ صاحب نے انجمن کے سالانہ جلسہ کی تقریب پر کیا تھا۔ خواجہ صاحب اپنے لیکچروں کی خصوصیت کی وجہ سے مشہور ہیں مگر افسوس ہے کہ شور اتفاق سے ان کا گلا کام نہ کر سکا۔ اور ایک ہی گھنٹہ میں انہیں اپنا لیکچر ادھورا چھوڑنا پڑا۔ مولوی صدرالدین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر بہت عمدہ تقریر کی۔ خاکسار ایڈیٹر الحکم کو حضرت قدس نے خصوصیت سے اس جلسہ میں شمولیت کا حکم دیا تھا۔ اور اس کا لیکچر عنقریب چھپا ہوا پبلک کے سامنے آجائیگا۔ جلسہ میں ہر طرح سے امن رہا اور یہ امر بٹالہ کی شریف پبلک کے لئے خاص کریڈٹ کا باعث ہے۔ ایسا ہی بٹالہ کی پولیس نے اپنے فرض کو نہائت دیانت داری اور مستعدی سے نبھایا۔ جس کے لئے ہم اُن کے شکر گزار ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کی خاص توجہ اور محنت دیکھنے کے قابل تھی جب آپ نے **ضرورۃ امام** پر لیکچر دیا اور لیکچر گاہ سے اسٹیشن کو تشریف لے گئے

از یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مؤاخذہ کے لائق ہوگا۔"

ان عبارتوں سے یہ نتائج نکلتے ہیں۔ اوّل تو یہ کہ مکفّر اور خاموش ایک ہی گروہ میں سے ہیں۔ کیونکہ جو مانتا ہے۔ اُسے مؤمن کہتے ہیں اور کافر مؤمن کے مقابل ہیں ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو نہیں مانتا خواہ مکفر ہو یا خاموش ہو۔ کافر ہے۔ اور یہ دونوں گروہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ دوسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ وہ ضرور آپ کو مفتری قرار دیتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جو آپ کو نہیں مانتا۔ اُس کا ایمان درحقیقت خدائے تعالیٰ پر بھی نہیں ہے اور نہ رسول اللہؐ پر ہی ہے۔ چوتھے یہ کہ چونکہ وہ شخص آیات اللہ کا منکر ہے اس لئے مؤمن نہیں ہو سکتا۔ پانچویں یہ کہ چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اسے ہم مؤمن نہیں کہہ سکتے۔ اور چھٹے یہ کہ وہ مؤاخذہ سے بری نہیں۔ ساتویں یہ کہ کفر دو قسم کا ہے۔ ایک اللہ اور رسول کا کفر۔ اور ایک دیگر آیات کا کفر۔ جس میں حضرت مسیحؑ کا کفر بھی شامل ہے۔ آٹھویں یہ کہ اصل میں یہ سب کفر ایک ہی ہے۔ جس نے آپ کا کفر کیا۔ اُس نے خدا و رسول کا کفر بھی ساتھ ہی کیا۔ نویں یہ کہ جس پر ان دونوں قسم کے کفروں میں سے کوئی قسم کفر کی ثابت ہو جائے۔ وہ قیامت کے دن زیر مؤاخذہ ہوگا۔

اس بات کے ثبوت میں کہ حضرت صاحب نے کل اُن لوگوں کو جن پر اتمام حجت ہو چکا ہے اور دعوت پہنچ چکی ہے۔ شرعاً قابل مؤاخذہ ٹھہرایا ہے۔ یہ عبارت کافی ہے۔

"میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارے میں خدا کے نزدیک اتمام حجت ہو چکا ہے اور میرے دعوی پر اطلاع پا چکا ہے۔ وہ قابل مؤاخذہ ہوگا۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں۔ بلکہ ایک ہی ہے جس کی تائید کے لئے میں بھیجا گیا ہوں یعنے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اس کا نافرمان ہے جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی (حقیقۃ الوحی)"

پھر اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۲ میں فرمایا۔ کہ ایسا ہی آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائیں گے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں سے وہ فرقہ نجات پائے گا۔ کہ اس ابراہیم کا پیرو ہوگا۔" اور اسی طرح براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرماتے ہیں۔ کہ "انہیں دنوں میں آسمان سے ایک فرقہ کی بنیاد ڈالی جائے گی۔ اور خدا اپنے منہ سے اس فرقہ کی حمایت کے لئے ایک کرنا بجائے گا۔ اور اس کرنا کی آواز سے ہر ایک سعید اس فرقہ کی طرف کھینچا آئے گا بجز ان لوگوں کے جو شقی ازلی ہیں۔ جو دوزخ کے بھرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔"

اس کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا ایک حلفیہ بیان بھی نقل کرتا ہوں جو آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد تحریر کیا۔ عبدالحمید نے ایک مضمون لکھا تھا۔ جس میں کہ نامہ نگار نے بڑے زور سے پیشگوئی کی تھی۔ کہ اب چونکہ حضرت مرزا صاحبؑ فوت ہو گئے ہیں۔ اور ان کے حضرت مولوی صاحبؓ جانشین ہوئے ہیں۔ اور آپ کے عقائد اصل مرزا صاحبؑ کے خلاف ہیں۔ اور آپؓ درحقیقت تمام ان باتوں کو نہیں مانتے۔ جو مرزا صاحب نے بیان کی ہیں اور اس لئے عنقریب وہ دن آنے والا ہے۔ کہ جب مولوی صاحب تمام جماعت احمدیہ کو پھر مسلمانوں میں داخل کریں گے۔ اور میں نے اس کے جواب میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جس پر آپ نے یہ عبارت تحریر فرمائی۔ جو کہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۳ میں شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو:۔

"میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اعلان کرتا ہوں۔ کہ میں مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو دل سے مانتا اور یقین کرتا ہوں۔ اور ان کے معتقدات کو نجات کا مدار ماننا میرا ایمان ہے۔

نورالدین۔ دستخط حضرت خلیفۃ المسیحؓ"

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعودؑ کے معتقدات بھی نجات کا ایک مدار ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر عبدالحکیم مرتد کو ایک خط میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ فرماتے ہیں۔

"پھر ان انبیاء کی علاقہ درزی کے متعلق ہم آپ کو ایک آیت سُناتے ہیں۔ ولقد ارسلنا الی امم من قبلک فاخذناھم بالبأساء والضراء لعلھم یتضرعون فلولا اذ جاءھم بأسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون فلما نسوا ما ذکروا بہ فتحنا علیھم ابواب کل شیء حتی اذا فرحوا بما اوتوا اخذناھم بغتۃ فاذا ھم مبلسون۔ اس آیت پر غور کرو۔ انتہی تحریر حضرت خلیفۃ المسیحؓ"

اسی طرح اسی خط میں حضرت مسیح موعودؑ کے مخالفین کی نجات کی نسبت عبدالحکیم کی نسبت تحریر فرماتے ہیں۔ کہ

"پھر آپ نے تیرہ کروڑ مسلمانوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ تیرہ سو سال تیرہ کروڑ مسلمان تیار ہوئے ہیں۔ سب کو نجات حاصل کرنا چاہیئے۔ حکیم و ڈاکٹر صاحب دو ارب اللہ کی مخلوق اس وقت موجود ہے۔ تیرہ کروڑ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے باعث تیار ہوئے ہیں۔ تو دو ارب اللہ کی مخلوق ڈارون کے طریق سے لاکھوں برس اور معلوم نہیں کب سے جو تیار ہوئی۔ ان سب نے اگر نجات نہ پائی۔ تو تیرہ کروڑ [illegible] کیا ہیں۔"

اس مندرجہ بالا عبارت میں حضرت خلیفۃ المسیحؓ اس سے اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ کہ مرزا کی مخالفت کی وجہ سے تیرہ سو سال کی کوششوں کا نتیجہ یہ تیرہ کروڑ مسلمان کیوں غیر ناجی قرار دیا جاوے۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ جس طرح رسول اللہ کی مخالفت کی وجہ سے دو ارب انسان غیر ناجی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اب اللہ تعالیٰ کی منشا کے ماتحت مرزا صاحبؑ کی وجہ سے تیرہ کروڑ غیر ناجی ہو سکتا ہے اور ان مندرجہ بالا اقتباسات سے حضرت خلیفۃ المسیحؓ کا اعتقاد خوب ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور پھر آگے چل کر فرماتے ہیں۔ کہ نجات فضل سے ہے اور فضل کا جاذب تقویٰ ہے اور تقویٰ کا بیان لیس البر والی آیت میں ہے اور اس میں شائد مرزا صاحبؑ کا بھی کہیں ذکر آیا ہو۔ اس میں آپ نے آیت اس حصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ جس میں نجات کے مداروں میں نبیوں پر ایمان لانا بھی ضروری قرار دیا ہے۔

اب میں حضرت صاحبؑ کی وہ عبارت نقل کرتا ہوں جس سے [illegible] کہ آپ نے خاموش لوگوں کی نسبت [illegible] فرمایا [illegible] ہیں۔

"اگر دوسرے لوگوں میں تخم دیانت اور ایمان ہے اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو ان کو چاہیئے کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع کر دیں کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا۔ تب میں ان کو مسلمان سمجھ لوں گا۔ بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شعبہ نہ پایا جاوے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے مکذّب نہ ہوں۔"

پھر اخیر پر آپ لکھتے ہیں۔ "دو سو مولوی کے کفر کی نسبت نام بنام ایک اشتہار شائع کریں۔ بعد اس کے حرام ہوگا کہ میں ان کے اسلام میں شک کروں۔ بشرطیکہ کوئی نفاق کی سیرت ان میں نہ پائی جاوے۔" پھر حاشیہ پر ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں دیکھتا ہوں جس قدر لوگ میرے پر ایمان نہیں لاتے۔ وہ سب کے سب ایسے ہیں کہ ان تمام لوگوں کو وہ مؤمن جانتے ہیں جنھوں نے مجھے کافر ٹھہرایا ہے۔ پس میں اب بھی اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتا لیکن جن میں خود انہیں کے ہاتھ سے ان کی وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ انہیں کیونکر مؤمن کہہ سکتا ہوں (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۵)"

اب ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صاحبؑ ان لوگوں کو بھی جو آپ کو کافر نہیں کہتے اور ان مولویوں کو کافر کہتے ہیں جنہوں نے آپؑ کو کافر قرار دیا ہے کافر قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ مجھے کافر نہیں کہتے۔ وہ میرے مکفرین کو بھی کافر نہیں کہتے اور اس طرح خود انہیں کے ہاتھ سے وجہ کفر پیدا ہو گئی ہے۔ اس طرح آپ نے مکفرین کو کافر کہنے کو بھی آپ نے وجہ کفر قرار دیا ہے۔ پس جو لوگ آپؑ کو کافر نہیں کہتے اور ساتھ ہی غیر احمدیوں کو بھی کامل مسلمان ہی جانتے ہیں۔ وہ کسی صورت میں مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اور صرف یہی کافی نہیں رکھا گیا۔ کہ وہ اُن کو کافر کہیں بلکہ نام بنام اُن لوگوں کے کفر کا اعلان اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعے سے شائع کریں جنہوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اور جو فتویٰ کہ ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان میں شائع ہو چکا ہے۔

اور وفات کے چند ہی دن پہلے مسٹر فضل حسین صاحب بیرسٹر کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے

فرمایا "جو ہمیں کافر نہیں کہتے ہم انہیں بھی اس وقت تک ان کے ساتھ ہی سمجھیں گے (یعنی مکفروں کے ساتھ) جب تک کہ وہ ان سے الگ ہونے کا اشتہار بذریعہ اعلان نہ کریں اور ساتھ ہی نام بنام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان کو بموجب حدیث صحیحہ کافر سمجھتے ہیں" (بدر۔ صفحہ ۶ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۸ء)

(یاد رہے کہ یہ فقرہ اس تقریر کا آخری فقرہ ہے۔ یہی وہ حوالہ ہیں۔ کہ جن کو ہمارے مخالف بار بار پیش کرتے ہیں۔ اور اصرار کرتے ہیں۔ کہ تمہارے امام نے جب لکھ دیا ہے۔ کہ ہم ان لوگوں کو جو ہمارے معاملہ میں خاموش ہیں۔ کافر نہیں سمجھتے۔ تو اب تم ہم لوگوں سے مل جاؤ۔ لیکن ایسے لوگوں کی عقلوں پر سخت تعجب اور افسوس آتا ہے۔ کیا انہیں اس عبارت میں یہ بات نظر نہیں آتی کہ اس میں بڑی بڑی شرائط لگائی گئی ہیں۔ اور کیا کوئی ایسا شخص ہے۔ جس نے ان شرائط کو پورا کر دیا ہے۔ [illegible] ایسے شخص کا نام تو بتاؤ۔ جس نے [illegible] حضرت صاحب کی تحریر [illegible] کا نام لے کر انہیں کافر قرار دیا ہو۔ کہ حضرت صاحب کے معجزات [illegible]

[illegible] اور آپ [illegible] اور یہی نہیں بلکہ اس [illegible]

[illegible] اور کسی [illegible]

کو پورا نہیں کیا۔ تو ہم کس طرح اُن کو الگ سمجھ لیں۔ اور گھر بیٹھے زبانی باتوں کے دھوکے میں آ جائیں۔ جب ہمارے امام نے صریح الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ کہ جو ہمیں کافر نہیں کہتے۔ ہم انہیں بھی اس وقت تک کافر سمجھیں گے۔ جب تک وہ ان سے الگ ہونے کا اعلان بذریعہ اشتہار نہ کریں۔ اور ساتھ ہی نام بہ نام یہ نہ لکھیں۔ کہ ہم ان مکفرین کو موجب حدیث صحیحہ کافر سمجھتے ہیں۔ پس ہم کیونکر اس شخص کی اطاعت سے نکل جائیں۔ جس کو ہم نے سچا یقین کیا۔ اور جس کے معجزات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے اور جس کا خدا سے تعلق ہم نے مدتوں مشاہدہ کیا ہم اپنے اس سردار اور حاکم کی بات کو کیونکر رد کر دیں۔ جس کے ہاتھ پر ہم نے اپنے آپ کو بیچ دیا اور اپنے خیالات اور اپنی خواہشات اس کے لئے قربان کر دیں۔ ایسی جرأت تو وہ شخص کر سکتا ہے۔ جس کے دل میں ایمان نہ ہو جو نور یقین سے کورا ہو۔ اور جس کو خدا نے معرفت کی آنکھیں نہ دی ہوں

اور یہ قطعاً خیال نہ کرو۔ کہ اس قول کا پہلے قول سے کچھ اختلاف ہے۔ اور اس میں حضرت صاحبؑ نے پہلے کی نسبت نرمی کر دی ہے کیونکہ انبیاء اپنے الہاموں کے سب سے زیادہ قائل اور مؤمن ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت صاحبؑ اپنی کتاب اربعین میں تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے۔ جیسا کہ توریت اور انجیل اور قرآن شریف پر۔" پس یہ خیال سخت گندہ ہوگا۔ اگر ہم یہ کہیں کہ حضرت صاحبؑ نے اس پہلی الہامی بات کو رد کر دیا۔ بلکہ ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم ان میں تطبیق کریں اور بہر حال ہمیں اس عبارت کو پہلی عبارت کے ماتحت کرنا پڑیگا۔ کیونکہ وہ الہامی ہے۔ اور اس کے معنے بھی ہم نے نہیں۔ خود حضرت صاحبؑ نے کئے ہیں۔ چنانچہ اگر کوئی شخص غور سے دیکھے۔ تو اس جگہ حضرت صاحبؑ نے تعلیق المحال بالمحال سے کام لیا ہے۔ کیونکہ جو شخص حضرت صاحبؑ کے منکرین کو نام بہ نام کافر قرار دیگا اور باوجود حضرت صاحبؑ کے ان دعاوی کے آپؑ کو سچا قرار دیگا اور آپؑ کے الہامات اور معجزات پر یقین لائیگا۔ اور پھر آپؑ کی بیعت نہ کریگا۔ تو ایسا شخص دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ منافق ہوگا۔ کہ لوگوں کے ڈر سے سچ کو قبول نہیں کرتا۔ اور یا حکم الٰہی کا صریح منکر ہوگا۔ کیونکہ حضرت صاحبؑ نے بیعت الہام کے ذریعہ سے شروع کی ہے اور قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے۔ پس ایسا شخص جس پر حق کھل گیا اور اُس نے حضرتؑ کے راستباز ہونے کو سمجھ لیا تو پھر جو وہ بیعت نہیں کرتا۔ تو اس میں یا تو نفاق کا شعبہ ہے یا کفر کا۔ اس میں حضرت صاحبؑ نے یہ شرط صاف قرار دی ہے۔ کہ ایسا شخص منافق بھی نہ ہو۔ پس جو شخص ان شرائط پر عمل کریگا۔ اس کے لئے تو بیعت ضروری ہو جاوے گی۔ اور اگر بیعت نہ کرے گا تو منافق ہوگا پس جو شخص ایسا اشتہار دے بھی دے۔ جس میں مخالف مولویوں پر کفر کا فتویٰ دے اور پھر بھی بیعت نہ کرے۔ تو ایسا شخص ضرور منافق ہے پس حضرت صاحبؑ نے تو ایک محال بات پیش کر کے مخالفین پر حجت قائم کی ہے نہ یہ کہ ان کے لئے راستہ کھولا ہے۔ اس عبارت کو پیش کر کے ہم سے صلح چاہنے والا بعینہ اس شخص کی طرح ہے۔ جو قرآن شریف کی آئت قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین کو ہم سے پیش کر کے ہم سے یہ چاہے کہ ہم یسوع کی عبادت کریں اور اسے خدا کا بیٹا مان لیں یہاں تو یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نہ تم خدا کا بیٹا ثابت کر سکو گے اور نہ میں قبول کروں گا۔ اسی طرح مذکورہ بالا عبارت میں حضرت صاحبؑ نے فرمایا ہے۔ کہ اگر کوئی ہمارے مخالفین کا نام لے لیکر قریباً دو سو مکفر مولویوں پر کفر کا فتویٰ اشتہار کے ذریعہ شائع کرے۔ اور پھر اس میں نفاق بھی نہ ہو۔ تو ہم ایسے شخص کو مؤمن مان لیں گے۔ اور یہ بات ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایسا کرے اور پھر باوجود بیعت نہ کرنے کے منافق بھی نہ ہو۔ پس یہ تو ایک تعلیق محال بالمحال تھی۔ اسے سند کے طور پر پیش کرنا تو ایک بڑی جہالت ہے۔

اور ایسی لمبی تقریر کی بھی ہم کو کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ ابھی تو کوئی شخص نہیں پیش کیا گیا۔ جس نے ان شرائط پر عمل کیا ہو۔ پس اس کے ذریعہ صلح چاہنا اوّل درجہ کی نادانی ہے۔ جسقدر لوگ متفرق طور سے احمدیوں کے پاس آ کر یا جماعتوں میں اس قسم کا اقرار کرتے ہیں۔ سو وہ تو اُن لوگوں کی طرح ہیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا و اذا خلوا الی شیاطینهم قالوا انا معکم انما نحن مستهزءون سو وہ اگر ہم سے صلح چاہتے ہیں۔ تو اپنی دُنیاوی حیثیت بڑھانے کے لئے نہ کہ ان کے دلوں میں دین کی تڑپ ہے۔ اگر واقعی ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ محبت ہوتی اور دین کی تڑپ ہوتی۔ اور تقویٰ کا ایک ذرہ بھی ان کے دلوں میں باقی ہوتا۔ تو وہ کیوں کوشش سے اس شخص کے دعویٰ کو نہ سنتے جس نے تیس برس پکار پکار کر سنایا کہ خدا نے مجھ سے کلام کیا اور مجھے دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور میں اس کی طرف سے مامور مقرر کیا گیا ہوں۔ اس نے لیکچروں کے ذریعہ اشتہاروں اور رسالوں کے ذریعہ کتابوں کے ذریعہ اپنی آمد کا اعلان کیا۔ لیکن کیا ان لوگوں نے ذرہ بھر توجہ نہ کی۔ ایک آریہ اخبار روزہ بھی ان کے پولیٹیکل حقوق کے برخلاف لکھتا ہے۔ تو ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے۔ آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے ہیں۔ اور ناسزا الفاظ بے اختیار اُن کے مُنہ سے نکل جاتے ہیں۔ اور راس کماری سے لے کر ہمالیہ کی چوٹیوں اور کلکتہ سے لیکر پشاور تک تار برقی کی طرح ایک جوش پھیل جاتا ہے۔ اور چاروں طرف غور و فکر شروع ہو جاتا ہے۔ لیکن خدا کے مامور کی آواز ان کے کانوں میں تیئس سال تک پڑتی رہی۔ اور دُنیا کی بے توجہی پر غضب الٰہی نازل ہوا۔ لیکن ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی یہ مست پڑے رہے۔ اور غفلت کے لحافوں کو انہوں نے اپنے سروں سے نہ اُتارا۔ اُنہوں نے آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھا کہ یہ ہے کون۔ اور پرواہ تک نہ کی۔ خدا کی پکار کو سُننے سے انکار کر دیا اور حقارت سے مُنہ پھیر لیا۔ یہ ان کا ایمان ہے۔ اور یہ وہ تڑپ ہے جو دین کے لئے ان کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔ اور باوجود اس حالت کے یہ لوگ ہمارے سامنے آتے ہیں۔ اور ہمیں صلح کے لئے بلاتے ہیں۔ اور پھر زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ یہ تحریک جس گروہ سے اُٹھی ہے اور جو گروہ کہ ہم کو اپنے پیچھے نمازیں پڑھوانا چاہتا ہے۔ وہ خود نماز نہیں پڑھتا۔ جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں۔ وہ تو ہم کو کافر سمجھتے ہیں۔ مگر یہ لوگ جو ٹھٹھے اور ہنسی میں اپنا دن گذارتے ہیں۔ اور اسلام کے پاک احکام پر تمسخر کرتے ہیں۔ جن پر یورپ کا رنگ تہ بہ تہ چڑھا ہوا ہے۔ ہمیں بلاتے ہیں۔ کہ آؤ۔ اور ہمارے پیچھے نماز پڑھو۔ ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں کیا اُن کے پیچھے جو خود نماز نہیں پڑھتے ہاں ہم کس کے پیچھے نماز پڑھیں کیا اُن لوگوں کے پیچھے جن کے پیچھے اگر ان کو مسلمان بھی سمجھ لیا جاوے۔ تو شاید نماز پڑھنی ناجائز ہو۔ ہاں۔ ہم کن کے پیچھے نماز پڑھیں۔ کیا ان لوگوں کے پیچھے جن کے دلوں میں اسلام محض ایک قومیت ہے۔ اور رسول اللہ کی عزت صرف اپنے پولیٹیکل حقوق کے محفوظ رکھنے کے لئے کی جاتی ہے۔ بیشک اس تحریک کا اس گروہ سے اُٹھنا ہی اس بات پر شاہد ہے۔ کہ یہ تحریک رحمان کی طرف سے نہیں۔

اب میں حضرت صاحبؑ کا وہ فتویٰ نقل کرتا ہوں جسمیں کہ غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:۔

"پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی امام ہو۔ جو تم میں سے ہو۔ اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے۔ کہ امامکم منکم یعنے جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعویٰ اسلام کرتے ہیں۔ بکلی ترک کرنا پڑے گا۔ اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو۔ کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔ اور تمہارے عمل حبط ہو جاویں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے۔ وہ دل سے اطاعت بھی کرتا ہے۔ اور ہر ایک حال میں مجھے حکم ٹھہراتا ہے۔ اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو خدا سے ملی ہیں۔ عزت سے نہیں دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔"

اب اس عبارت کو غور کرنے سے اوّل تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص غیر احمدی کے پیچھے نماز پڑھتا ہے۔ یا غیر احمدیوں سے تعلق رکھتا ہے وہ ایسے فعل کا مرتکب ہوتا ہے۔ جو قطعی حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمارے لئے لازمی ہے۔ کہ ہم غیر احمدیوں سے قطعی طور سے الگ رہیں۔ تیسرے یہ کہ جو ایسا نہیں کرتا۔ اس پر خدا کا الزام ہے۔ چوتھے یہ کہ ایسے شخص کے اعمال حبط ہو جاویں گے۔ پانچویں یہ کہ جو حضرت صاحبؑ کا دل سے معتقد ہے۔ وہ آپؑ کے اس فیصلہ اور دیگر فیصلوں کو مانتا ہے چھٹے یہ کہ جو نہیں مانتا۔ اُس کے دل میں خود اختیاری کا مرض ہے۔ اور ساتویں یہ کہ حضرت صاحبؑ ان الفاظ میں کہ وہ مجھ سے نہیں۔ اس سے قطع تعلق کرتے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ ایسا کرنے والے کی عزت آسمان پر بھی نہیں کی جائیگی۔ اب باوجود ان فتووں کے ہم کیا کریں اور کس طرح ان لوگوں کے ساتھ شامل ہو جائیں۔ جو ہلاکت کے گڑھے کی طرف ہم کو بلاتے ہیں۔

اب ایک طرف تو خدا کا کلام ہم کو اپنی طرف بلاتا ہے اور دوسری طرف چند لوگ جن کے ایمانوں کا ہم کو کوئی علم نہیں۔ بلکہ وہ صریح طور سے ایک مامور کے مکفر ہیں۔ ہم کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ پس بہتر ہے کہ ہم خدا کی آواز کو قبول کریں۔ اور جس طرح پہلی دفعہ ہم نے انسانوں پر خدا کے احکام کو مقدم کیا۔ اب کے بھی وہی نمونہ دکھائیں۔ حضرت صاحب خدا سے خبر پا کر فرماتے ہیں۔ کہ مجھے نہ قبول کرنے والوں کو راستباز جاننے والا ان کے پیچھے نماز پڑھنے والا۔ اور ان سے بکلی قطع تعلق نہ کرنے والا شیطان کے پنجہ میں ہے۔ اور آپؑ پر ایمان نہیں رکھتا۔ اس کے اعمال حبط ہو جائیں گے اور آسمان پر اس کی عزت نہ ہوگی۔ پس ہمارے لئے کیسا خطرناک ابتلا ہے کہ ایک طرف تو ظاہری چین اور امن نظر آ رہا ہے۔ دُشمنوں کی نظروں میں ایک عزت ہوتی ہے اور شاید گورنمنٹ کی نظروں میں بھی بوجہ گروہ سے تعلق ہو جانے کے زیادہ وقعت پانے کی امید ہے۔ اور دوسری طرف خدا کے مامور کا فتویٰ ہے۔ کہ اگر تم ان سے بکلی قطع تعلق نہیں کرتے۔ تو پھر تمہارا ہم سے قطع تعلق ہے۔ اگر عاجلہ کو دیکھا جائے۔ تو پہلی بات میں فائدہ ہے۔ لیکن اگر یوم تقبل کا خیال

مطبع انوار احمدیہ قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی صاحب مالک و ایڈیٹر کے چھپا اور شائع ہوا

عمدہ یونانی اور ویدک ادویات

ہندوستانی دواخانہ دہلی کی کافی شہرت ہو چکی ہے۔ اور اس نے قلیل عرصہ میں معتد بہ اعتبار اور وقار حاصل کر لیا ہے۔ نہ صرف عوام بلکہ خواص یہانتک کہ طبیب اسی دواخانہ کی ادویات کو برتتے ہیں۔

اس دواخانہ کی عظیم کامیابی کا راز محض اخلاص اور صداقت ہے

جو ادویات اس دواخانہ میں بنتی ہیں وہ ہماری طب کی بہترین ادویات ہیں صدہا سال سے انکی خوبیوں کے اظہار کا سلسلہ جاری ہے آج بھی وہ ہر ایک آزمایش پر وہ اپنا اصلی اثر دکھاتی ہیں کیونکہ

ہندوستانی دواخانہ میں جو ادویات بنائی جاتی ہیں اصلی اور پورے اجزا سے

دوا سازی کا اس میں پورا اہتمام ہے۔ اصلی اجزا خواہ قیمتی ہوں خواہ سستے پورے ڈالنے پر بھی قیمتیں واجبی لیجاتی ہیں کیونکہ

یہ دواخانہ شخصی اغراض سے علحدہ ہے اور اسکی آمدنی طبیہ و شفاخانہ دہلی کو دیجاتی ہے۔

اس دواخانہ میں تمام امراض کی ایک سے ایک اعلے اور مفید دوائیں بنتی ہیں جنکی تعداد پانچسو تک پہنچتی ہے۔

اس دواخانہ کے جناب حاذق الملک حکیم حافظ محمد اجمل خانصاحب رئیس اعظم دہلی سرپرست ہیں

اور انہوں نے اپنی اور اپنے زندہ جاوید بزرگوں کی بعض خاص خاص مجرب دوائیں لوجہ اللہ اس دواخانہ کو دی ہیں۔

نوٹ ۔ جن پر اثر اور مفید ادویات کے سبب اس دواخانہ کو شہرت خاص حاصل ہوئی ہے۔ وہ صرف اسی دواخانہ سے ملسکتی ہیں کسی جگہ اس دواخانہ کی کوئی شاخ نہیں ہے۔

فہرست ادویات مفت!

خط کا پتہ! بالکل یہی الفاظ لکھئے:۔ **منیجر ہندوستانی دواخانہ دہلی** تار کا پتہ:۔ **میڈیسنز**

پانچ روپے سے دو لاکھ روپے کس طرح ہوگئے؟

یہ کل کی بات ہے کہ میں ایک معمولی حیثیت کا انسان گنا جاتا تھا۔ آج ان سطروں کے پڑھنے والوں کے سامنے ایک مفید ایجاد سے دس ہزار نہیں پچاس ہزار نہیں پورے دو لاکھ کی جائداد کا بلا شرکت غیرے مالک و مختار ہوں میری کامیابی کا راز روح حیات کی ایجاد ہے چند سال ہوئے کہ میں نے پانچ روپیہ کے سرمایہ سے تجارت شروع کی تھی اور آجتک دس لاکھ روپے کا فروخت کر چکا ہوں جس شخص نے ایکدفعہ میری اس ایجاد کا استعمال کیا ہے وہ تمام عمر کیواسطے روح حیات کا مجسم اشتہار بنگیا ہے۔ ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور میری تین یوم کی آمدنی ۸۸۳ روپے تصدیق کرتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جبتک کوئی دوائی شرطیہ مفید نہو اسکی اسقدر کثرت سے بکری ناممکن ہے بقول حضرت داغ دہلوی کے کہ وہ شخص بڑا بد نصیب ہے جو آجتک روح حیات کے مجرب فوائد اور شرطیہ نتائج سے محروم رہا ہے۔ سُنئے روح حیات کیا چیز ہے؟ روح حیات میں وہ طاقت بھری ہے کہ ہاتھی اور شیر کا مقابلہ اسکے پینے والے کو آسان ہے۔ کیا آپ نے نہیں سنا کہ جناب ڈاکٹر بی۔ این صاحب بہادر انڈین میڈیکل سروس حضور شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم خلد اللہ ملکہ اور گورنمنٹ انگلشیہ کے معزز عہدہ داروں وغیرہ اصحاب نے روح حیات کو طاقت میں بینظیر مانا ہے۔ روح حیات رگ و ریشہ میں تحریک دیکر دو چند گوشت یافا سفورس کو چمکا کر خون صالح پیدا کر کے اعصاب کی سستی کو آنی بجلی کی لاگ سے چاق و چوبند کر کے ہر انسان کو ایسا صحیح و تندرست بنا دیتا ہے۔ کہ پھر حوادث زمانہ اگر تلواریں بھی ماریں تو بھی پٹ کر دیتا ہے ہو جاویں ہندوستان اور انگلستان اور ممالک غیر کے بہترین اور مانے ہوئے ڈاکٹروں میڈیکل کے لیکچراروں معزز عہدہ داران سلطنت کے سرٹیفکٹوں اور باوجود امتیازانہ مدت کے استعمال سے یہی دن بدن ترقی کرتی ہوئی مانگ اور ۸۸۳ روپے روح حیات کی تین دن کی بکری سے کون ہے جو یہ نتیجہ نہ نکالے کہ روح حیات اس وقت انسانی دوبارہ زندگی کیلئے لاثانی دوا نہیں ہے۔ بچپن کے زمانہ یا جوانی کی بے پرواہ حالت میں بوجہ بے اعتدالیوں یا خلاف قاعدہ قدرت عامل ہونے سے جو لوگ مرض کمزوری اعصاب پیدا کر کے دنیا کی تمام لذتوں سے محروم ہو بیٹھے ہوں انکیلئے روح حیات تریاق کامل ہے۔ یہ دوائی ہے۔ یہ نہ صرف دوا ہی ہے بلکہ اعصاب کی طاقت افزا غذا ہے۔ یہ وہ مقوی روح ہے جو دو یوم میں ہی قوت جولیت کو بڑھانا شروع کر دیتا ہے جس میں رونق و آبداری حاصل ہوتی ہے قوت باہ حالت طبعی پر آجاتی ہے۔ دیگر امراض جو کثرت خواہشات اور طفولیت کی نازیبا حرکت سے لاحق ہو گئی ہوں انکے دفعیہ کیلئے روح حیات اکسیر کا حکم رکھتا ہے نامردی۔ ضعف باہ ضعف مثانہ جریان سرعت رقت ضعف اعصاب ضعف معدہ ضعف دماغ ضعف جگر۔ ذیابیطس اور اختلاج قلب کیواسطے بمنزلہ تریاق ہے۔ جسمانی کمزوری لاغری بیرونقی زردی چہرہ کیلئے اگر اسے تمام مقوی دواؤں پر ترجیح دیگا تو بجا ہے حلق سے اترتے ہی اسکا اثر خاص ان اعصاب پر پڑتا ہے جسپر قوت باہ کا مدار ہے۔ بزدل کو جو انمرد جوان کو ممتاز اور بوڑھے کو صاحب کار بنانا اسی روح کا کام ہے۔ قیمت فی شیشی روح حیات دو روپے آٹھ آنہ (۲/۸) روح حیات کے علاوہ ایک اور عجیب الاثر دوائی جو صرف بیرونی سے مردہ اعضا کو زندہ کر دیتی ہے۔ ہمارا روغن دافع سستی ہے یہ روغن رگوں پٹھوں کی سستی لاغری وغیرہ دور کر کے معزز طاقت کو بحال کر دیتا ہے۔ اور گئے گذرے ضعیفان نامرد کو پورا مرد بنا دیتا ہے قیمت فی شیشی روغن دافع سستی چار روپے چار آنہ (۴/۴)

ہر دو دوائیں **حکیم محمد شریف آئی ڈاکٹر کیمیاگر پروپرائٹر شفاخانہ عام لاہور سے طلب کریں۔**

مطبوعہ [illegible]